CHILDREN'S BOOK TRUST
NEW DELHI
کیپٹن لیوس
فاطمہ

# کیپٹن لیوس


مصنف : فاطمہ
مصور : اجنتا گوہاٹھاکرتا
مترجم : شہناز پروین


چلڈرن بک ٹرسٹ ☆ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان ☆ بچوں کا ادبی ٹرسٹ

''ماں، دیکھو! وہاں کھڑکی میں روشنی ہے!'' اَمل چلایا۔ وہ 23 نمبر گھر کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

''دھیرے بولو، اور دوسروں کے گھر میں اس طرح جھانکنا اچھی بات نہیں ہے میرے بچے۔'' ماں نے اَمل کے تجسس کو تو ختم کر دیا لیکن میرا نہیں۔ میں لگاتار ادھر بڑی دلچسپی سے دیکھے جا رہی تھی۔ میں بڑی عقل مندی سے باڑ کی سوراخ سے نمبر 23 کے باغیچے میں جھانک رہی تھی۔

منٹوں میں ہم پھر 22 نمبر میں پہنچ گئے جہاں ہم لوگ رہتے تھے۔ جیسے ہی ہم لوگ اپنے چھوٹے سے باغیچے میں پہنچے، اَمل اب اپنی پوری آزادی کے ساتھ اپنی بات کہنے کے لیے تیار تھا۔ ''ماں، ان کے گھر کے پردے ہٹے ہوئے ہیں اور وہاں روشنی بھی جل رہی ہے، اس لیے آپ نہ چاہتے ہوئے بھی وہاں سب کچھ دیکھ سکتی ہیں۔''

''نہیں، اَمل۔'' میں نے اس کی غلطی ٹھیک کی۔ ''پردے وہاں ہٹے ہوئے نہیں ہیں بلکہ یہ کہو کہ وہاں پردے ہیں ہی نہیں۔''

''ٹھیک ہے، لگتا ہے کہ وہ لوگ ابھی ابھی پہنچے ہیں اور ابھی انھیں پردوں کو لٹکانے کا وقت نہیں ملا ہے،'' ماں نے کہا۔
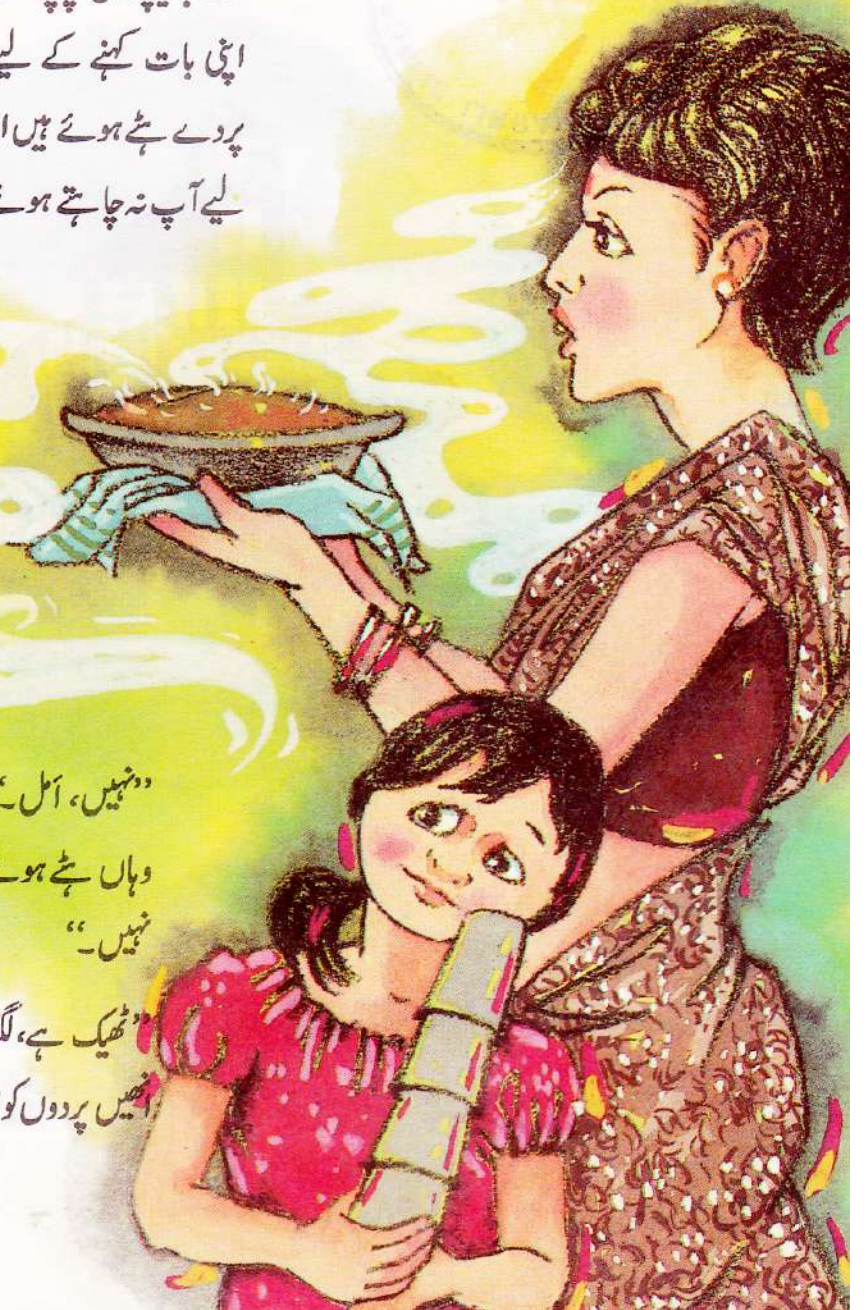
بہرحال یہ ماں کی عادت تھی کہ وہ دوسروں پر فوراً نظر کرلیتی تھیں اور یہ پتا لگا لیتی تھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ لیکن میں ویسی نہیں ہوں۔ میں اس چیز پر نظر رکھتی ہوں جس پر عام طور پر لوگوں کی نظر نہیں جاتی۔

پاپا کہتے ہیں کہ میرے خیالات بہت بلند ہیں اور میں دن بہ دن ترقی کر رہی ہوں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ چیزوں کے صرف باہری حصّے پر نظر رکھتے ہیں جیسے اگر جار پر کوئی لیبل نہیں ہے تو پاپا اس کو الگ ہٹا دیتے ہیں۔ اور اگر اس پر کوئی لیبل ہے تو اس کی بہتری پر فوراً یقین کر لیتے ہیں۔

ماں نے میری ٹھوڑی کو ہاتھ لگایا جیسا کہ ان کا کسی کو بات کہنے کا طریقہ ہے، ''دیوی! اَمل کو ساتھ لے کر ان کے گھر پر جاؤ اور ان سے پوچھو کہ کیا ہم آپ کی کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے گھر میں بچے ہوں اور انھیں دودھ وغیرہ کی ضرورت ہو۔''

''اگر گھر میں بچّے ہیں،'' میں نے اَمل سے گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ ''تب تو وہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھے کھڑے ہیں یا پھر سو رہے ہیں۔'' کیوں کہ ان کی کوئی بھی آواز انھیں سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ''اوہ! وہ لوگ باہر چلے گئے۔''

دروازے پر چھ لیور کا بڑا سا تالا لٹک رہا تھا۔ اسی کے اوپر ایک چھوٹی سی کالے رنگ کی تختی لٹک رہی تھی جس پر سنہری رنگوں میں ان کے نام لکھے ہوئے تھے۔ ''کیپٹن ای۔ لیوس۔'' فوراً میری نگاہوں کے سامنے ایک لمبی کالی گھنی داڑھی والا ایک سرخ و سفید چہرہ گھوم گیا۔ میں مشکل سے رال گھونٹ سکی۔ پھر میں نے اپنے آپ سے کہا، فوجی کیپٹن داڑھی نہیں رکھتے۔

شاید وہ فوجی کیپٹن نہیں تھا اسی لیے اس کے داڑھی نہیں تھی۔

اَمل مایوس ہو گیا۔

وہ یہ امید کر رہا تھا کہ کوئی آٹھ سال کا بچہ فوراً دروازے سے نکل کر باہر آئے گا۔ اور ان کا سواگت
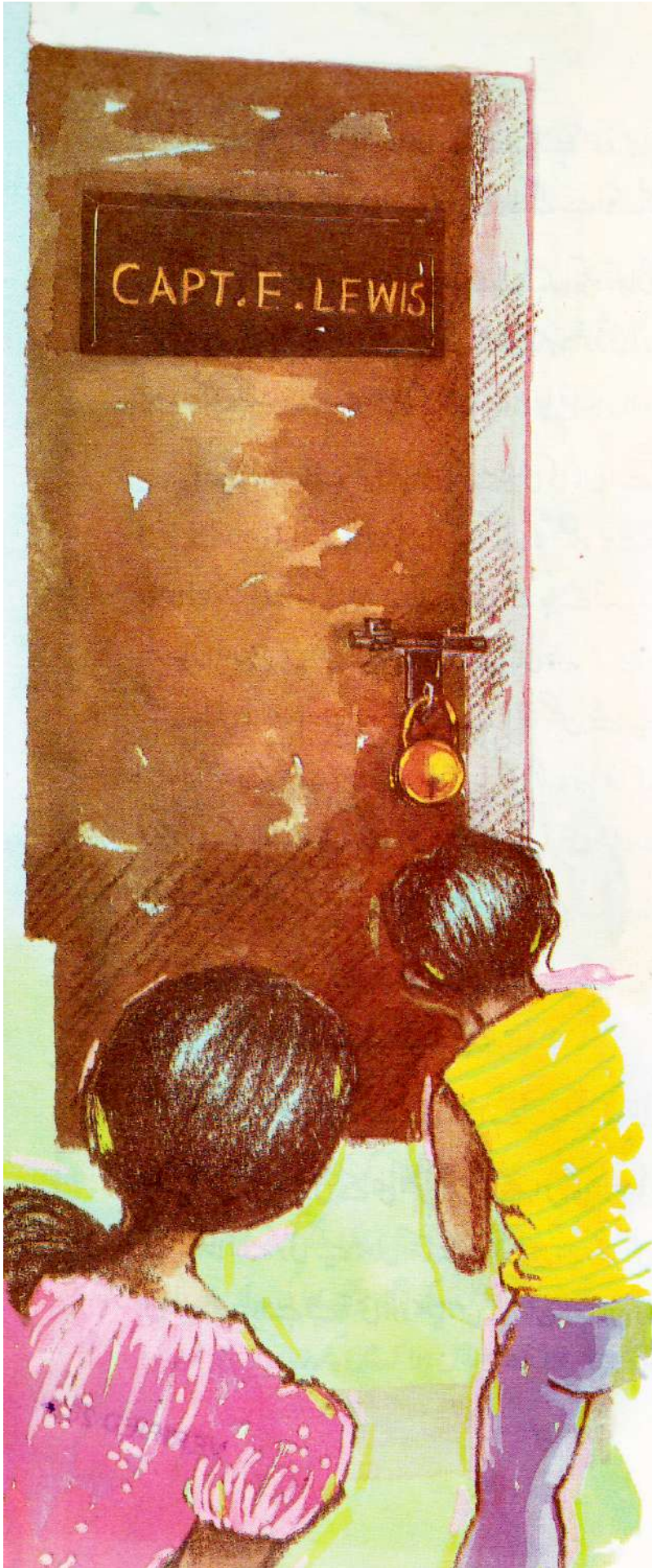
کرے گا۔ اس سے پہلے سندیپ، یعنی سینڈی، مندیپ یعنی مینڈل یہاں رہا کرتے تھے۔ سندیپ تو اَمل کا بہت اچھا دوست تھا اور اس کی تیرہ سالہ بڑی بہن مندیپ جو مجھ سے صرف ایک سال بڑی تھی، اس سے بہت پیار کرتی تھی۔ ان کے والد فوج میں کام کرتے تھے۔ چوں کہ وہاں فوجی افسروں کے لیے بنے کوارٹر میں ان کے لیے گھر خالی نہیں تھے، اس لیے ان لوگوں نے یہاں یہ مکان لے لیا تھا۔ وہ ہمارے گھر والے علاقے کو بڑے مزاحیہ انداز سے سیول ایریا کہتے تھے۔ پھر بھی وہ لوگ تھے بڑے مزے دار آدمی۔ جب وہ لوگ یہاں سے تبادلہ کے بعد چلے گئے تو ہم لوگوں کو بہت مایوسی ہوئی۔

اَمل گھر کے پچھواڑے تک دوڑ آیا جسے وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ پھر ریلنگ کود کر اندر برآمدے میں داخل ہوگیا۔ اس نے باورچی خانہ اور بیڈروم کا دروازہ ٹٹولا لیکن سب بند تھا۔ پھر وہ

کھڑکی کے پاس پہنچ گیا اور اس کے سوراخ سے اندر جھانکنے لگا۔ پھر حیرت سے ''اوہ! اوہ!'' کی آوازیں نکالنے لگا۔ میں بھی اپنے کو وہاں جھانکنے سے روک نہیں سکی۔

بیڈروم میں گہرا اندھیرا تھا اس لیے وہاں ہمیں کچھ دکھائی نہیں دیا۔ نہ کپڑے نہ کتابیں نہ کھلونے۔ صرف باورچی خانہ اور ڈرائنگ روم میں تھوڑی بہت روشنی آرہی تھی۔ اور وہاں گھر کے کسی بھی حصّے میں پردے نہیں لٹک رہے تھے، جیسا کہ میں نے سوچا تھا۔

باورچی خانہ صاف ستھرا تھا جیسا کہ مینڈی کی ماں اسے چھوڑ گئی تھی۔ صرف وہاں ایک دو برنر والا اسٹو پڑا تھا اور اس کے بالکل پاس ایک اسٹیل کا ٹیفن کیریئر تھا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ وہ جگہ نہ تو اتنے دنوں بعد گندی ہوئی تھی اور نہ وہاں مکڑی کے جالے لٹک رہے تھے۔ بیٹھک بھی صاف ستھری تھی۔ کرسیاں اور چیزیں اس سلیقے سے لگی ہوئی تھیں جیسا کہ مینڈیپ کی ماں انھیں ایک مہینہ پہلے چھوڑ گئی تھیں۔ اَمل تو ان باتوں پر توجہ نہیں دے رہا تھا لیکن مجھے یہ سب کچھ غیر معمولی لگ رہا تھا۔ وہ چیزیں استعمال شدہ نہیں لگ رہی تھیں لیکن ایسا بھی لگ رہا تھا کہ انھیں وقتاً فوقتاً استعمال کیا گیا تھا۔ ان فرنیچرس کے بارے میں مجھے کچھ عجیب قسم کے آسیبی خیالات آرہے تھے کہ آخر انھیں کن لوگوں نے استعمال کیا ہوگا اور اگر کیا ہے تو وہ کون لوگ تھے۔

میرے بدن میں کپکپی طاری ہوگئی۔ ''اَمل۔ مینڈک کی طرح ٹرّائی۔ ''ہاں دیکھو، بکس پھر واپس آگئے۔ وہ بالکل اپنی اسی پہلے والی جگہ پر ہیں۔''

''یہ کہاں پر فِٹ بیٹھے گی؟'' ممّی آنٹی نے تو ایسا ہی کہا تھا۔

یہ اصل میں سینڈی کے ہی بکس ہیں۔ مجھے اس کی اونچائی اور لمبائی دونوں یاد ہیں۔ اور اس کا کالا رنگ۔ بھلا اسے کوئی کیسے بھول سکتا ہے۔ اور وہیں پر رکھا بھی ہوا ہے جہاں پر یہ رکھا رہتا تھا۔ اور کھلا بھی ایسے ہی ہوا ہے جیسے آنٹی اور بھیّا اس میں کچن کا سامان رکھ رہے ہوں۔''

''سینڈی کے بکس یہاں کیسے آجائیں گے؟ تم بھی بڑی عجیب ہو دیوی۔ میں بتاتا ہوں۔ سینڈی اگر آیا ہوتا تو کیا یہاں آنے سے قبل وہ ہمارے گھر پر نہ آتا۔''

اُمل ایک چھوٹا بچہ ہے جس کی چھٹی حِس اتنی بیدار نہیں ہے۔ وہ ہر کسی پر فوراً یقین کر لیتا ہے جب کہ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ آخر میں کیوں جلدی کسی کا یقین نہیں کرتی۔ مجھے یہ لگ رہا تھا کہ ضرور یہاں کچھ گڑبڑ ہے اور مجھے اپنی سوچ پر بھروسہ تھا۔ وہاں ہر چیز جانی پہچانی لگ رہی تھی۔

سینڈی اور میں اسی صوفے کے پیچھے ایک دن چھپے تھے جب ہم لوگوں نے امرود چرائے تھے۔ بلے باز نے ہمیں گھر کے باہر اور اندر ہر جگہ ڈھونڈا تھا لیکن وہ ہمیں نہیں پایا۔

اس کالے بکس کو دیکھتے ہوئے جسے آنٹی لال رنگ کی چادر سے ڈھکتی تھی، میں نے محسوس کیا کہ میں ان پرانے دنوں میں چلی گئی ہوں یا پھر میں اپنے کسی دوست کا بھوت دیکھ رہی ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا تھا کہ ساری چیزیں مجھے اس طرح سچ معلوم ہو رہی تھیں کہ میں اس کے سوا اور کچھ سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔

جیسے ہی میرا بھائی گھر کو کودتا پھلانگتا بھاگا، میں بھی بدحواس سی اپنے پڑوسی کے گھر کے دروازے کو بند کر کے اس کے پیچھے پیچھے بھاگی۔ ماں اور پاپا کو باورچی خانہ میں دیکھ کر ہمیں کچھ سکون ملا۔ لیکن جلد ہی مجھے احساس ہوا کہ میں کچھ زیادہ ہی غیر ضروری
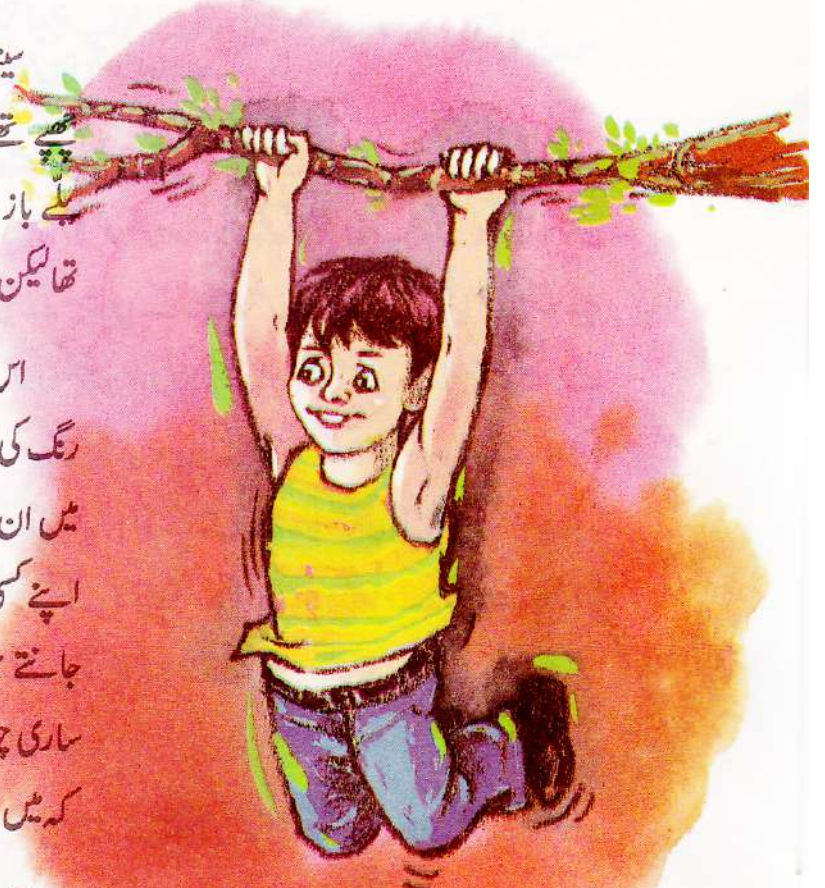
طور پر ڈر گئی ہوں اس لیے میں نے ان باتوں کا ان سے کوئی ذکر نہیں کیا۔

''اَمل کہہ رہا تھا کہ وہ لوگ باہر گئے ہیں،'' پاپا نے کہا اور پھر انھوں نے میرا کندھا تھپتھپایا۔ ''کوئی بات نہیں دیوی، تم نے ویسے آج اچھا کام کیا ہے۔''

''مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ یہ نئے لوگ آخر کون ہیں؟'' ماں نے ایک پھولتی ہوئی چپاتی کو توے میں سے نکالتے ہوئے کہا۔

میں نے کہا، ''نیم پلیٹ پر تو کیپٹن ای۔ لیوس ہی لکھا ہوا ہے۔''

رات کا کھانا کھانے کے بعد میں سیدھے اپنے بستر میں سونے چلی گئی۔ اَمل پہلے ہی سو گیا تھا۔ لیکن یہ احساس جلد ہی مجھے آ کر پریشان کرنے لگا کہ ضرور وہاں کچھ گڑبڑ ہے۔ کیپٹن لیوس! کیپٹن لیوس! آخر کیپٹن لیوس ہیں کون؟ آخر انھوں نے سینڈی کے کالے بکس کو کیسے حاصل کیا؟ ہوسکتا ہے انھوں نے یہ بکس چرا لیے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کیپٹن ہوں ہی نہیں صرف کیپٹن بننے کا بہانہ بنا رہے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کیپٹن ہی ہوں لیکن ویسے کیپٹن نہیں جیسا کہ سینڈی کے والد صاحب تھے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کیپٹن کروک ہوں جس کا ذکر ہمارے جغرافیہ کی کتاب میں ہے۔ یا کیپٹن کوک، یا کیپٹن بک، یا کیپٹن ہک، ٹِک ٹاک، ٹِک ٹاک، مگر مچھ کیپٹن کوک کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ چکما دے رہا ہے، دوڑ رہا ہے، یا پھر کہیں چھپنے کی جگہ ڈھونڈ رہا ہے۔ وہاں پر دو بڑے بڑے بکس رکھے ہوئے ہیں۔ وہ ان میں سے ایک میں جا کودتا ہے اور اس کا منہ بند کر لیتا ہے۔

اَمل اور سینڈی دوڑے ہوا آتے ہیں۔ آنٹی اخبار میں کھانے کے برتن لپیٹ رہی ہیں۔ وہ اسے لے کر کالے بکس کے پاس آتی ہیں اور اس کا منہ بند دیکھ کر غصّہ ہوتی ہیں۔

''اوہ بیٹا۔ اسے جلدی کھولو۔''

''نہیں نہیں۔ اسے مت کھولو۔ کیپٹن صاحب اس کے اندر ہیں۔'' میں زور سے چلائی۔

تبھی اَمل کی نیند کھل گئی اور وہ بد بدائی۔ ''کیا ہے؟''

پھر وہ منہ سے چھوں کی آواز نکال کر فوراً سوگئی۔

''خدا کا شکر ہے!'' میرے ممّی پاپا میری آواز نہیں سنی۔ اور ان لوگوں نے واقعی نہیں سنی تھی جب کہ دونوں پاس والے کمرے میں ہی سو رہے تھے۔

''ٹھیک ہے!'' میں نے اپنے آپ سے کہا۔ ''مجھے اس طرح کے خیالات اب دماغ میں نہیں لانے چاہیے، نہیں تو اسی طرح کے ڈراونے خواب آتے رہیں گے۔'' اس سے تو بہتر ہے کہ آدمی سوئے ہی نہیں ورنہ اس طرح کے ڈراونے خواب پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ میں یہ یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ کیپٹن لیوس واقعی میں ایک برے آدمی ہیں۔ مجھے یہ پتا لگانا ہوگا کہ وہ رات میں کہاں جاتے آتے ہیں۔ اگر وہ واقعی رات کے اندھیرے میں چھپ کر نکلتے ہیں تو پھر
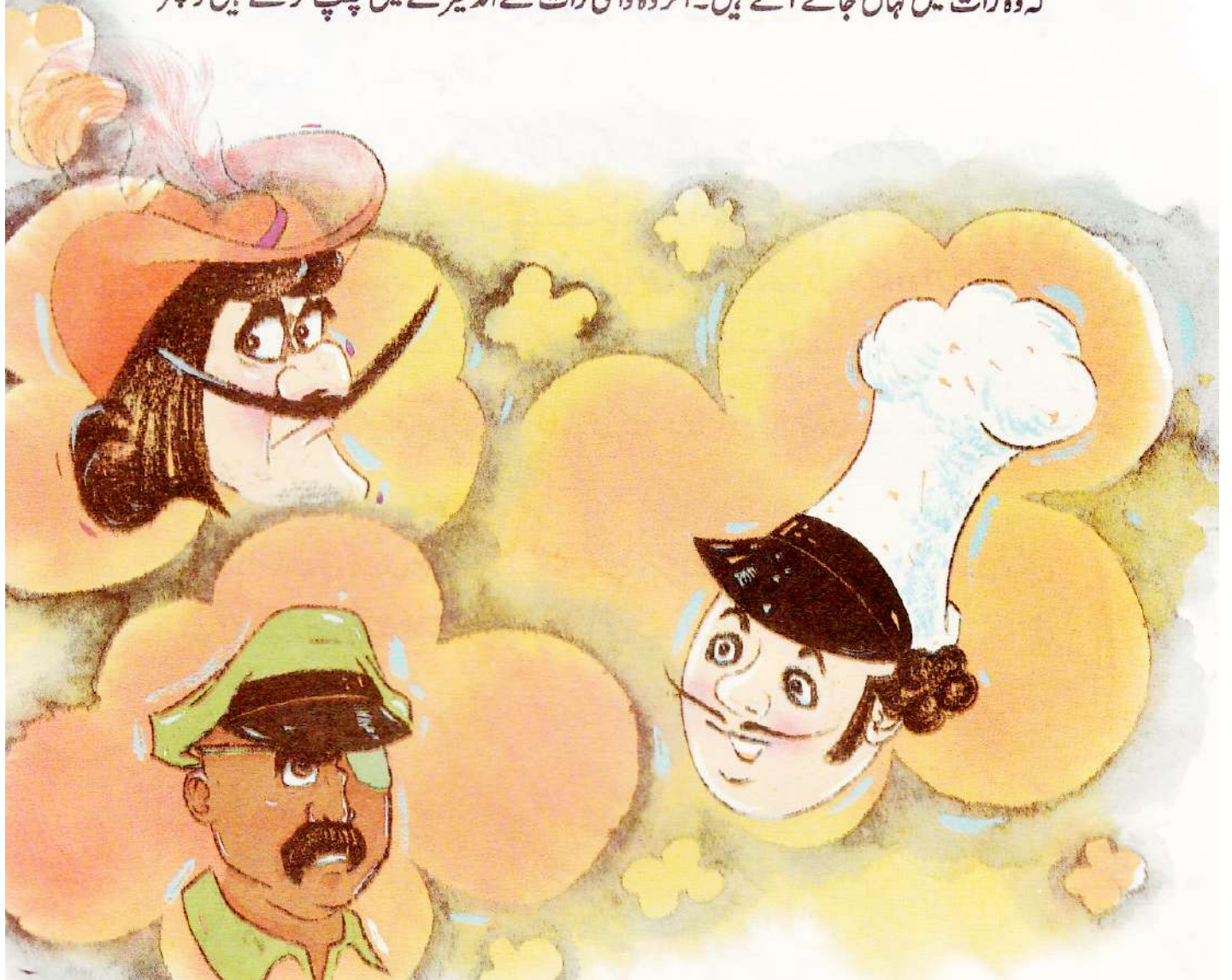
وہ سچ مچ برے آدمی ہیں۔ مجھے بالکل صبح میں ہی اٹھ کر اس بات کا پتا لگانا چاہیے کہ وہ واقعی دیر سے تو گھر نہیں لوٹتے۔ اور یہ میں اپنے دروازے کے پاس سے آسانی سے دیکھ سکتی ہوں۔

میرے کمرے کا پردہ جس پر چھوٹے چھوٹے برف کے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی، ہٹا ہوا تھا۔ میں نے کہنی پر سر لٹکا کر باہر جھانکا۔ گلی میں مدھم روشنی تھی اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہاں مجھے کوئی آتے جاتے ہوئے دکھائی نہیں دیا۔

میں نے 23 نمبر کے مکان کی طرف دیکھا لیکن مجھے وہاں بھی کوئی دکھائی نہیں دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے سارے بلب بجھے ہوئے ہیں۔ میں نے پھر سوچا، ''اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ گھر میں آ گئے ہوں یا کم سے کم کیپٹن لیوس تو ضرور آ گئے ہوں گے۔ یا پھر ان کے گھر میں بچے ہوں ہی نہیں جیسا کہ ہم نے سوچا تھا۔''

بہر حال کسی طرح میں اس نتیجے پر پہنچی کہ وہ گھر میں تنہا رہتے ہیں۔ ''خدا کا شکر ہے۔'' وہ اس وقت گھر پر نہیں تھے جب ہم لوگ وہاں پہنچے تھے۔ کیا ہوتا اگر انھوں نے اپنے پالتو کتّے ہم پر چھوڑ دیے ہوتے؟ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انھوں نے ان کتوں کی اس طرح ٹریننگ دی ہو کہ وہ اس طرح کے حالات میں خاموش رہیں۔ جیسے کہ خانہ بدوشوں کے شکاری کتّے ہوتے ہیں۔

میں نے آنکھیں جھپکائی۔ ماں آواز دے رہی تھی، ''دیوی! دیوی! جلدی سے اٹھو۔ ورنہ تم لیٹ ہو جاؤ گی۔''

''واؤ! سات بج کر دس منٹ ہو گئے۔'' میں اپنے بستر سے تیزی سے بھاگی۔ جلدی جلدی فریش ہونے لگی۔ بریڈ اور جیلی ملا کر ناشتہ کیا۔ جوتے پالش کیے، اپنے بال سنوارے اور کسی طرح میں اپنی اسکول بس پکڑ پائی۔

دوپہر میں اسکول سے گھر لوٹتے ہوئے میں نے پھر کیپٹن لیوس کو یاد کیا۔ جیسے ہی میں ان کے گھر کے پاس سے گزری، میں نے اندر جھانک کر دیکھا۔ میں نے ایک آدمی کو جھک کر باغیچے میں جاتے ہوئے دیکھا۔ میں ششدر رہ گئی۔ تو یہ جناب کیپٹن لیوس ہیں! اور جیسا کہ میں نے سوچا تھا، وہ واقعی دیکھنے سے پراسرار لگ رہے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ زمین میں کوئی چیز چھپا رہے ہوں یا پھر کوئی گڑا ہوا خزانہ نکال رہے ہوں۔ کیا ہوا، اگر انھوں نے مجھے دیکھ لیا؟ میری زندگی سچ مچ خطرے میں تھی۔ میں جلدی جلدی آگے چلنے لگی۔

''بہن جی!'' کسی نے مجھے پکارا۔

میں جم سی گئی۔

''بہن جی!''

میں نے سوچا کہ دوڑ کر جلدی سے یہاں سے بھاگ جاؤں۔لیکن میں نے گھوم کر دیکھا۔ وہ آدمی تب تک گھر کے باہری گیٹ تک آگیا تھا۔ اس نے مینڈی اور خاکی کرتا پہن رکھا تھا۔ اور بھورے رنگ کے جوتے اس کے پیروں میں تھے۔ جیسا کہ مینڈی کے بیٹ مین پہنتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں باغیچے کی گھاس پتوار ہٹانے کی وجہ سے مٹی لگی ہوئی تھی۔

''پانی کب آئے گا؟''

میں نے انھیں سپلائی پانی کے آنے کا وقت بتا دیا۔ ''صبح اور شام چھ بجے۔'' پھر میں نے ان سے ذرا ہمت کر کے پوچھا، ''کیا یہاں بچے بھی رہتے ہیں؟''

انھوں نے جواب دیا کہ ابھی سب لوگ چھٹی منانے گئے ہیں۔ صرف کیپٹن صاحب اکیلے آئے ہیں۔

گھر آتے ہوئے اب میں نے کچھ اطمینان محسوس کیا۔ "کیپٹن اتنا عجیب آدمی نہیں ہے جیسا کہ میں نے سوچا تھا۔ ان کی بیوی اور بچے بھی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بالکل مینڈی کے والد کی طرح ہوں۔ ان کی چوں کہ بہت نوجوانی کی عمر میں شادی ہوگئی تھی اس لیے میری عمر کی تو ان کی بیٹی ہے۔

اگلا دن اتوار تھا۔ ہم سب لوگ دیر سے جاگے۔ مجھے تو سب سے پہلے اٹھنا تھا کیوں کہ آج صبح کی چائے بنانے کی میری باری تھی۔ تبھی گھنٹی بجی۔ میں نے دروازہ کھولا۔

''ہیلو! میں کیپٹن لیوس ہوں۔ میرا تعلق میڈیکل کور سے ہے۔ میں اب آپ کا پڑوسی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اب ہم لوگ جلد اچھے دوست بن جائیں گے۔ میرے پاس کچھ ناشتے کا سامان ہے۔ اُپتم اور چٹنی۔ ہمارے یہاں کی پسندیدہ چیزیں۔''

میں نے کپکپاتے ہاتھوں سے ناشتے کی ٹرے لے لی اور بالکل گونگی سی خوب صورت ڈاکٹر کی طرف دیکھتی رہی جس کے بالوں سے یاسمین کی خوشبو آرہی تھی۔